اُردو ناول اور سانحہ مشرقی پاکستان

ڈاکٹر زینت افشاں

Dr. Zeenat Afshan

Abstract:

In this article, Urdu Novels related to the fall of Dhaka have been traced out. This article reviews and highlights the influence and impact of fall of Dhaka on Urdu literature. The article points out that it was not only the partition of 1947 which badly affected urdu literature, but also the 1971 tragic separation of East Pakistan gave new ways and dimensions to Urdu literature. This article highlights the importance of fall of Dhaka in the history of urdu novel.

ناول عالمی ادب میں بے حد مقبول صنفِ سخن کی حیثیت سے شناخت مضبوط کر چکا ہے۔ اس صنف نے اس وقت جنم لیا جب انسانی ذہن نے پختگی کی بیشتر منازل طے کر لیں۔ انسانی شعور کی پختگی اور ترقی نے ناول کے لیے راہیں ہموار کیں۔ جہاں تک برصغیر پاک و ہند کا تعلق ہے تو مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزوں نے یہاں رائج اور مقبول صنف داستان سے اپنے اقتدار کو خطرہ محسوس کرتے ہوئے ناول کو فروغ دینے کی شعوری کوشش کی۔ کہا جا سکتا ہے کہ ناول ایک ایسی صنفِ سخن ہے جو جدید انسانی ذہن کی اختراع ہے اور اس میں زندگی کے گوناگوں مسائل کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ زندگی پیچیدہ اور مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ کسی بھی صنفِ ادب میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر بھرپور توجہ دے سکے۔ ناول اتنی لچکدار اور وسعت کی حامل صنف ہے، جو تمام حالات و واقعات کی جزئیات بھرپور انداز سے پیش کر سکتی ہے۔ ناول لاطینی زبان سے فرانسیسی میں داخل ہوا اور فرانسیسی سے انگریزی میں منتقل ہوا۔ جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو انگریزی کی وساطت سے اردو میں رائج ہوا۔ ہندوستان کے لوگ زندگی کے ہر شعبے میں انگریزوں سے متاثر ہوئے تو ادب بھی اپنا دامن نہ بچا سکا۔ لہٰذا انگریزی کے وسیلے سے اردو میں اس صنف کا آغاز ہوا۔

فارسی میں ناول کے لیے نوی، نوین اور سنسکرت میں نوین اور نول کے الفاظ استعمال کیے گئے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، فاطمہ جناح خواتین یونیورسٹی، راولپنڈی

ہیں۔لغات میں ناول کے لیے مختلف لغوی اور اصطلاحی معنی درج کیے گئے ہیں مثلاً نثر میں لکھا گیا قصہ جس میں قیاس آرائی نہ ہو، دلچسپ طولانی قصہ، مکمل قصہ اور طویل افسانوی نثری قصہ وغیرہ۔ان سب معانی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناول ایک ایسی نثری تحریر ہے، جس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نقاب کشائی کی جاتی ہے۔

''ادبیات کی اصطلاح میں ناول کے معنی ہیں کسی معقول جواز کی بنیاد پر کسی عبارت سے ایسے معنی اخذ کرنا جو عبارت کے الفاظ اور ان کے لغوی اور وصفی دلالتوں سے براہِ راست حاصل نہ ہو۔''(۱)

درحقیقت ناول نے داستان سے جنم لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ناول میں داستان کی طرح دلچسپی کا عنصر غالب رہتا ہے۔ناول تخیلاتی سے زیادہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ان دونوں اصنافِ سخن میں حد فاصل بھی یہی ہے۔اس سطح پر پہنچ کر ناول داستان سے بلند تر مقام پر نظر آتا ہے۔ایک ناول نگار آزادی کے ساتھ لگے بندھے اصولوں کے خلاف کسی بھی موضوع پر لکھتا ہے۔ناول میں اتنی لچک ہے کہ ہر طرح کا موضوع آسانی سے اس میں ادا ہو سکتا ہے۔ناول نے انسانی زندگی کے بدلتے ہوئے رنگوں کا ساتھ دیا ہے اور اب اس کے دامن میں کئی رجحانات، رویوں اور تحریکوں کے اثرات موجود ہیں۔ناول زندگی کے مختلف گوشوں کے نئے در وا کرتا ہے۔ناول کی ابتدا سے تا حال ہر ناول نگار اپنی دلچسپی کے مطابق ناول میں کئی ہیئتی، موضوعاتی اور اسلوبیاتی تجربات کر چکا ہے۔مستقبل میں یقیناً ناول کئی نئے امکانات سے روشناس ہوگا۔

پلاٹ، کردار، مکالمے، دائرہ عمل یا ماحول، فلسفہ حیات یا مقصدیت اور اسلوب بیان ناول کے عناصر ترکیبی ہیں۔جس تحریر میں مذکورہ بالا عناصر موجود ہوں گے وہی تحریر ناول کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ہر علاقہ اپنے ماحول، مجموعی طبعی حالات، آب و ہوا اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔اسی طرح ہر شخص اپنا مخصوص اندازِ فکر رکھتا ہے۔اس کا نظریۂ حیات و کائنات دوسرے شخص سے مطابقت نہیں رکھتا۔ دراصل یہ اندازِ فکر ناول نگار کا مخصوص وژن مقرر کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ہر ناول نگار اپنے فلسفۂ حیات اور تاثرات کو بھی تحریر کا حصہ بناتا ہے۔اس کا مقصد زندگی کی بہتر تفہیم ہے۔ناول زندگی کی ہو بہو اور سچی تصویروں کی صنف ہے اسی لیے ناول میں بدلتی زندگی کا نقشہ ملتا ہے۔ناول نگار کبھی طنز و مزاح کے پیرائے میں اور کبھی جوش سے حالات کی تصویریں دکھاتا ہے۔عام طور پر اردو ناول کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔رومانوی ناول

۲۔نفسیاتی ناول

نفسیاتی ناول کو مزید تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور سانحۂ مشرقی پاکستان کے حوالے سے

لکھے گئے اکثر ناول ان قسموں سے تعلق رکھتے ہیں:

۱۔معاشرتی ناول

۲۔کرداری ناول

۳۔تحلیل نفسی کے متعلق ناول

عام طور پر اردو ناول نگاری کا آغاز ڈپٹی نذیر احمد کے اصلاحی ناول ''مراۃ العروس'' سے کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی نے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس حوالے نفسیاتی ناول لکھے گئے۔ ان میں مرزا ہادی رسوا، مرزا محمد سعید، پریم چند، نیاز فتح پوری اور عصمت چغتائی وغیرہ خاص طور پر اہم ہیں۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار نے سلسلہ وار ناول نگاری کا آغاز کیا۔ ان کا ناول ''فسانۂ آزاد'' ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۰ء تک باقاعدگی سے ''اودھ اخبار'' میں شائع ہوتا رہا۔ اسلامی تاریخی ناول نگاری میں عبدالحلیم شرر نے نمایاں کام کیا۔ بیسویں صدی نے ناول نگاری کے تمام قدیم تصورات بدل دیے۔

قدیم اقدار و روایات کی جگہ نئی تہذیب لے رہی تھی، ایسے میں پریم چند نے نظریاتی ناول لکھے اور ناول کو اپنے نظریے کے پرچار کا ذریعہ بنایا۔ پریم چند سے پڑھا لکھا طبقہ متاثر ہوا۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک نے اپنے قدم ہندوستان میں جما لیے۔ سجاد ظہیر کے مختصر ناول ''لندن کی ایک رات'' نے ناول نگاری میں نیا موضوع داخل کر دیا۔

اردو ناول نے ہر نئے واقعہ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور اس واقعہ کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کیا۔ ۱۸۵۷ء میں معاشرتی و تہذیبی سطح پر زبردست انقلاب آیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر نے جہاں کئی خواب آنکھوں میں سجا دیے وہاں قدیم تہذیب دم توڑنے لگی۔ قدیم تہذیب و تمدن شکست و ریخت کا شکار ہو گئی۔ ایسے حالات میں ناول نگاروں نے تقسیم ہندوستان کے ساتھ ہی انسانی سطح پر ہونے والے مظالم کی داستانیں رقم کرنا شروع کیں۔ کئی نئے موضوعات اردو ناول کا حصہ بن گئے۔ مثال کے طور پر تقسیم، ہجرت، فسادات وغیرہ جیسے موضوعات ناول میں جگہ پانے لگے۔ پاکستان ایک نظریے کے تحت حاصل کیا گیا۔ آزادی کے لیے جو مطالبات روا رکھے گئے وہ کسی نہ کسی حد تک پورے ہو گئے۔ مسلمانوں نے انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور ہندوؤں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل پاکستان کے تمام مسلمانوں کی آرزوؤں کا مسکن بن گیا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان طویل سمندری فاصلہ بھارت کے زیر تسلط تھا۔ قائداعظم نے خشکی کے راستے کا مطالبہ کیا جو پورا نہ ہو سکا۔ دشمن نے آہستہ آہستہ اپنی چالاکی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی ملک کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ سانحہ مشرقی پاکستان کی صرف ایک یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس میں پاکستان کے نااہل حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا بھی ہاتھ ہے جو پاکستان کے مشرقی اور مغربی بازوؤں میں اشتراک کی فضا پیدا نہ کر سکے۔

ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دونوں طرف کے لوگوں میں ذہنی بُعد پیدا ہو گیا۔لسانی و گروہی اختلافات عروج پر پہنچ گئے۔ ایسے میں ملٹری ایکشن نے نفرت کی سلگتی ہوئی چنگاری کو بھڑکا کر آگ لگا دی۔اس آگ نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دم لیا۔ برصغیر کی تاریخ میں تقسیم اور ہجرت اہم ترین واقعات ہیں۔ناول نگاروں نے اس واقعہ کو جس شدت سے محسوس کیا، اسے اردو ناول کا حصہ بنا دیا۔

مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے الگ ملک بن گیا۔کئی لوگوں کو دوہری ہجرت کی اذیت سے گزرنا پڑا۔اس قومی سانحے نے کئی موضوعات کو جنم دیا۔ ہر ایک ناول نگار نے ناولوں میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ان ناولوں میں زیادہ تر اس سانحہ کے ذمہ دار افراد اور اسباب و عوامل کا کھوج لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس سے پہلے کہ سانحہ مشرقی پاکستان کے موضوع پر لکھے گئے اردو ناولوں کا مجموعی جائزہ لیا جائے اس موضوع پر لکھے گئے ناولوں کی فہرست دینی ضروری ہے، ملاحظہ کیجیے:

۱۔فضل احمد کریم فضلی (خونِ جگر ہونے تک)

۲۔عنایت اللّٰہ (خاکی وردی، لال لہو)

۳۔رضیہ فصیح احمد (صدیوں کی زنجیر)

۴۔انتظار حسین (بستی)

۵۔قرۃ العین حیدر (آخرِ شب کے ہمسفر، چاندنی بیگم)

۶۔الطاف فاطمہ (چلتا مسافر)

۷۔خالدہ حسین (کاغذی گھاٹ)

۹۔نشاط فاطمہ (آنسو جو بہہ نہ سکے)

۱۰۔مستنصر حسین تارڑ (راکھ، خس و خاشاک زمانے)

۱۱۔فہمیدہ ریاض (زندہ بہار)

۱۲۔سلمٰی اعوان (تنہا)

۱۳۔طارق محمود (اللّٰہ میگھ دے)

۱۴۔طارق اسماعیل ساگر (کمانڈو، لہو کا سفر، وطن کی مٹی گواہ رہنا)

۱۵۔حمید شاہد (مٹی آدم کھاتی ہے)

۱۶۔نسرین پرویز (سلمٰی کا مقدمہ، ڈھاکہ سے کراچی تک)

۱۷۔حسین الحق (فرات)

۱۸۔جیون خان (دپیتی)

۱۹۔رؤف ظفر (ماتم شہر آرزو)

۲۰۔عبد الصمد (دو گز زمین)

ناول نگاروں نے اکثر ناولوں میں سانحہ مشرقی پاکستان کے پس منظر و پیش منظر پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس سانحے کے اسباب وعوامل، حالات وواقعات اور نتائج واثرات کا جائزہ بھی لیا ہے۔ اردو ناول میں اس قومی سانحہ کے اسباب وواقعات کی جزئیات کو کھنگالا گیا ہے۔ درحقیقت ناول نگاروں نے اس سانحے کے اصل ذمہ داروں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔

سانحہ مشرقی پاکستان، پاکستان کی قومی زندگی میں ایسا واقعہ ہے، جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو بے حد متاثر کیا۔ یہ حادثہ ایک دم رونما نہیں ہوا بلکہ اس کے پیچھے بین الاقوامی طاقتوں کے سامراجی عزائم بھی واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر اس خطے کی بات کی جائے تو ہندو مسلم دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ جہاں سانحہ مشرقی پاکستان میں مذکورہ بالا اسباب اہم ہیں وہاں پاکستانی حکومت کی نااہلی، سیاستدانوں کی منافقت، فوج اور عوام میں سیاسی بصیرت کا نہ ہونا اور لسانی وگروہی نسلی اختلاف نے بھی اس قومی سانحے کے رونما ہونے میں خاص کردار ادا کیا۔ عوام نے ناکامی کے کھیل میں شطرنج کی بچھی بساط میں مہرے کا کام کیا۔ عوام کی ناسمجھی نے حکومت کو موقع فراہم کیا کہ عوام کو دھوکے میں رکھا جائے۔ یہ ایک ایسی بازی تھی جس کے اختتام پر پاکستان اپنے مشرقی بازو سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔ آنکھوں میں روشن خواب لے کر یہاں آنے والی آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے اندھیرا چھا گیا۔ کس کس نے اس سازش میں کیا کیا کردار ادا کیا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس میں کئی نئے سوالات پوشیدہ ہیں۔ اردو کی تمام اصناف میں ان سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ناول کا کینوس وسیع ہے جس کی وجہ سے اس میں اتنی گنجائش موجود ہے کہ ہر طرح کے موضوع کو بہتر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ ادیب کا تعلق معاشرے کے باشعور اور سلجھے ہوئے طبقے سے ہوتا ہے۔ ناول نگاروں نے پرانی تہذیب وتمدن کو ملیا میٹ ہوتے دیکھا اور نئی تہذیب ومعاشرت کو اس کی جگہ لیتے دیکھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سماجی، سیاسی، معاشرتی اور تہذیتی ملاپ سے نیا معاشرہ اپنے پر پرزے نکال رہا تھا۔

اُردو ناول میں سانحہ مشرقی پاکستان کے تمام اسباب وعوامل کو کھل کر بیان کیا ہے۔ ادیبوں کی بڑی تعداد نے اس سانحے کو ناول کی صنف میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ ناول نگاروں نے اس سانحے کے گوناگوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے بعد مشرقی پاکستان کی علیحدگی اہم تاریخی واقعہ ہے۔ ناول نگاروں نے اس واقعہ کو نہ صرف شدت سے محسوس کیا بلکہ اس کے اسباب وعوامل کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا تاکہ آنے والے دور میں بھی سبق حاصل کیا جا سکے۔ سانحہ مشرقی پاکستان سے پہلے اردو ناول میں ہجرت، فسادات اور آبادکاری جیسے مسائل پر لکھا جا رہا تھا۔ مگر اس سانحے کے بعد اردو ناول موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر نئے امکانات سے روشناس ہوا۔ مارشل لا کی وجہ سے اظہار رائے پر پابندی تھی اس لیے ناولوں میں علامتی انداز اپنایا گیا۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ سانحہ مشرقی پاکستان پہ کم لکھا گیا لیکن یہ اتنا بھی کم نہیں کہ اس سانحے کی تاریخی وقومی غلطیوں کو بے نقاب کرنے میں

ناکام رہ گیا ہو۔ یہاں تک کہ اردو ناول میں انسانی باطن کی تمام پرتوں کو کھولنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انسان نے اس سانحے کے دوران جس درندگی کا مظاہرہ کیا اس کی اس سے توقع نہیں کی جا رہی تھی۔ تمام رشتے ناتے، نفرت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ انسان اپنے جیسے انسان سے بھاگ رہا تھا لیکن اسے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر ناول نگار نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے سانحہ مشرقی پاکستان کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو ناول کے حوالے سے نامور محقق ڈاکٹر محمد افضال بٹ کے خیال میں:

> ''سقوطِ ڈھاکہ کی ذمہ داری کسی ایک فرد یا جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ یہ بہت سے اداروں اور مذموم ذہنوں کی کارستانی ہے۔ جمہوری رویوں سے گریز اور آمریت کے غلط فیصلوں سے صوبائی منافرت اور علیحدگی کا رجحان پروان چڑھا تھا۔''(۲)

۱۹۷۰ء کا سال پاکستان کی تاریخ میں اس لیے اہم ہے کہ متحدہ پاکستان کے پہلے اور آخری انتخابات ہوئے۔ عوامی لیگ کے حق میں نیشنل عوامی پارٹی اور دیگر پارٹیاں دستبردار ہو گئیں۔ مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمن اور مغربی پاکستان میں بھٹو نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کر لی۔ بھٹو اور مجیب الرحمن کے درمیان حکومت بنانے کے حوالے سے ہونے والے مذاکرات ناکام ہوتے چلے گئے۔ اردو ناول میں اس مسئلے پر کھل کر لکھا گیا ہے۔ عنایت اللہ اپنے ناول ''خاکی وردی، لال لہو'' میں لکھتے ہیں:

> ''یہ دراصل پاکستان کے لیے اپنے لیڈروں کی جنگ تھی یہ اقتدار کی جنگ تھی، یہ اسی کرسی کی جنگ تھی، جس کی خاطر دین وایمان الگ رکھ کر جھوٹ بولے جاتے ہیں۔ ان لیڈروں نے آدھا پاکستان دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔''(۳)

ناول نگاروں نے بنگالیوں کی ذہنی کشمکش کو بڑی خوبصورتی سے موضوع بنایا ہے کیونکہ وہ جن حالات سے گزر رہے تھے انہیں یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ صحیح صورتِ حال کیا ہے۔ اسی ذہنی دباؤ کے زیر اثر اپنے ہم مذہب اور ہم وطن مسلمانوں کے مخالف بن چکے تھے۔ ناول ''صدیوں کی زنجیر'' سے اقتباس ملاحظہ ہو، جس میں ایک سیاسی جلسے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے:

> ''بعض اوقات جے بنگلہ کے ساتھ ساتھ جے پاکستان کے نعرے بھی سننے میں آتے ہیں۔ اب ان نعروں کا وقت گزر چکا ہے۔ ایسے نعرے فی الفور بند کیے جائیں۔۔۔ مکل کی تقریر پر بے پناہ تالیاں بجیں اور فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔''(۴)

ملٹری ایکشن کے دوران فوج نے نہایت سفاکی کا مظاہرہ کیا اور درندگی کی نئی نئی مثالیں قائم کر دیں۔ اردو ناول میں اس ظالمانہ فوجی ایکشن کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی افواہوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انٹرویوز اور حمود الرحمن کمیشن رپورٹ کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ بات کو لگی بندھی

سازش کے تحت بڑھا چڑھا کر پھیلایا جا رہا تھا۔ ناول ''دپتی'' کے اس اقتباس سے افواہوں کے پھیلنے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

''افواہیں وبا کی طرح پھیلتی ہیں، ان کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے باور کر لیا کہ فوج کے روپ میں انسان نہیں بھیڑیے چلے آ رہے ہیں۔''(۵) (ص K)

اس موضوع پر تقریباً ڈیڑھ درجن سے زائد ناول لکھے گئے، جو مکمل طور پر صرف اس موضوع پر محیط ہیں۔ بعض ناول نگاروں نے سانحہ مشرقی پاکستان کے لیے طویل زمانی کینوس کا انتخاب کیا ہے۔ اس واقعے کی جڑیں تقسیم برصغیر میں تلاش کی گئی ہیں کیونکہ ہجرت در ہجرت کے عمل نے مسلسل سفر کی صورت اختیار کر لی۔ تقسیم کے بعد بعض ناولوں میں قیامِ پاکستان کے وقت بنگالیوں کی پاکستان کے لیے قربانیوں، کوششوں اور امیدوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسے حالات پیدا کر دیے گئے کہ بنگالی مغربی پاکستان سے نفرت کرنے لگے۔ لسانی و گروہی منافرت پروان چڑھنے لگی۔ بنگالی اپنی زبان سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے حالاں کہ حکومت نے ان کے اس مطالبے کی اہمیت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اردو کے ساتھ ساتھ بنگلہ کو بھی سرکاری زبان کا درجہ دے دیا۔ لیکن تب تک حالات نئی ڈگر پر چل نکلے تھے۔ اب بنگالی مایوس کُن حالات سے گزر رہے تھے۔ ناول ''اللہ میگھ دے'' میں ایک کردار کا اظہار ملاحظہ ہو:

''مایوسی کی عجیب فضا میں بنگالیوں نے اپنی زبان کی گہرائیوں سے روحانی رشتہ مضبوط کیا اور پھر اس ڈگر نے انہیں قومی سطح کی سوچ سے قدرے بیگانہ کر دیا۔''(۶)

ناول نگاروں نے ان حوالوں سے بڑی سچائی کے ساتھ غیر جانبدارانہ تبصرے اور تجزیے کیے۔ ان ناولوں میں مشرقی و مغربی پاکستان کی تحدید کیے بغیر ان سیاسی جماعتوں، سیاست دانوں اور اداروں کی کارروائیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے، جو اس سانحے کے ذمہ دار ہیں۔ یہاں تک کہ حمود الرحمن کمیشن رپورٹ پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی اس سانحے پر لکھا گیا لیکن یہ ناول صرف تصویر کا ایک رخ دکھاتے ہیں مغربی پاکستان میں لکھے جانے والے ناول قاری میں جذبۂ حب الوطنی بھی ابھارتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ہی معاشرتی و تہذیبی سطح پر پاکستانی معاشرہ انتشار کا شکار ہو گیا، علاقائی و گروہی تعصب، نفرت میں بدلنے لگا۔ نسلی امتیاز کی دوڑ میں ایک ہی قوم ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ مشرقی پاکستان میں عوام کے ساتھ برابری کی سطح پر سلوک نہیں کیا جا رہا تھا، پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصے میں خلیج پیدا ہو گئی۔ ادیب اس سارے معاملے میں خاموش اور بے خبر رہے، مشرقی اور مغربی پاکستان کو ذہنی سطح پر قریب لانے کی ضرورت تھی اور یہ بھی بتانے کی ضرورت تھی کہ ایک ہی ماں کے ان دونوں بیٹوں میں نفرت نے کیوں اور کیسے جنم لے لیا۔ یہ سانحہ جب رونما ہو گیا تب ناول نگار اس میدان میں اترے۔ اس سے قبل اس سانحے کی بازگشت ادب میں سنائی نہیں دیتی۔ اگرچہ قحط بنگال اور سیلاب کی تباہ کاریوں وغیرہ کے قصے

سامنے آتے رہے ہیں۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کا دن قومی زندگی میں شرمندگی کا دن ثابت ہوا۔ فوج نے اپنی شکست ہتھیار پھینک کر تسلیم کر لی۔ ناول نگاروں نے رمنا ریس کورس گراؤنڈ میں ہتھیار پھینکنے کے اس عمل کی زبردست تصویر کشی کی ہے۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے حوالے سے انسانی نفسیات کا گہرا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ بعض ناول نگاروں نے لکھے گئے ناولوں میں اس قومی المیے کو تاریخی پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے، اس کے لیے انہوں نے قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۱ء تک کے دور کو واقعات کی ایک کڑی کے طور پر پیش کیا ہے۔ طویل زمانی تسلسل کے لیے ناول کی صنف بہترین ہے کیوں کہ ناول وسعت کا حامل ہے۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے اسباب وعوامل کے پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے ناول کی صنف کے بھرپور کردار ادا کیا۔ ناول پر کوئی تکنیکی اسلوبیاتی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔

یہی وجہ کہ سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد اردو ناول نگاروں کی توجہ فوراً اس طرف مبذول ہوگئی۔

پاکستان تمام مسلمانوں کی آرزؤں کا محور ومرکز تھا لیکن صرف چوبیس سال کے بعد ہی یہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ تمام پاکستانیوں کے لیے یہ واقعہ معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔ ایک پاکستانی ہونے کے ناتے ناول نگار نے اپنے حصے کا کام کیا۔ اگر کسی ناول نگار نے براہِ راست نہیں بھی لکھا تو بھی اس کی تحریر میں اس سانحے کی پرچھائیاں ضرور دکھائی دیتی ہیں۔

ناول نگاروں نے کرداروں کے ذریعے قاری کو اس وقت کے حالات کی خبر پہنچائی ہے۔ اس سانحہ کے ذمہ دار افراد میں ناول نگار ان سرکاری افسران کا ذکر بھی کرتے ہیں جن کا تعلق مغربی پاکستان سے تھا۔ ان کا رویہ بنگالیوں کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسا انگریزوں کا ہندوستان میں مسلمانوں سے تھا۔ یہ اور اس طرح کے کئی اسباب وواقعات ناول نگاروں نے پیش کیے ہیں۔ بعض اوقات وہ سوالات اٹھاتے بھی نظر آتے ہیں جس سے قاری سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص۔ ۲۶

۲۔ ڈاکٹر محمد افضال بٹ، اردو ناول میں سماجی شعور، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۷۷

۳۔ عنایت اللہ، خاکی وردی لال لہو، لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۳۳۴

۴۔ رضیہ فصیح احمد، صدیوں کی زنجیر، کراچی: مکتبہ اسلوب، ۱۹۹۸ء، ص ۹۷

۵۔ جیون خان، دیپتی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء ص ۱۷

۶۔ طارق محمود، اللہ میگھ دے، ملتان: مکتبہ کاروان ادب، ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۱